ماہنامہ

فلاحِ دارین

کراچی

دین و دنیا میں فلاح و کامرانی کا شوق پیدا کرنے والا رسالہ

خلاصہ مضامین قرآن کریم
﴿سورۃ ھود﴾
مفتی محمد ثناء الرحمٰن مدظلہ

آوازِ فلاح
﴿اسلام اور رشتہ داری﴾
مدیر کے قلم سے



بچوں کیلئے **گوشۂ اطفال** شاملِ اشاعت ہے

جلد: ۱۱ | جمادی الاوّل ۱۴۴۱ھ/جنوری 2020ء | شمارہ: ۱

ماہنامہ ''فلاح دارین''

کے سالانہ خریدار توجہ فرمائیں

ماہنامہ ''فلاحِ دارین'' کا سالانہ ہدیہ کافی عرصے سے صرف ۳۰۰/روپے سالانہ چل رہا ہے جبکہ اس دوران حالات نے بہت پلٹے کھائے ہیں، مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے، کاغذ اور پرنٹنگ کے ریٹ بھی بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔

ماہنامہ ''فلاحِ دارین'' ایک اصلاحی رسالہ ہے اور اس میں کام کرنے والا کوئی بھی فرد اس کام کے پیسے نہیں لیتا بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر کام کرتا ہے مگر دیگر اخراجات کافی زیادہ ہیں، اس لئے مجبوراً جنوری ۲۰۲۰ء سے سالانہ صرف ۱۰۰/روپے کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ بعض احباب سے گزشتہ سال صرف ڈاک کی مد میں ۱۰۰/روپے بڑھائے گئے مگر اب یہ اضافہ تمام قارئین کے لئے کیا جارہا ہے۔

امید ہے آپ خوشی سے اس اضافے کو قبول فرمائیں گے اور ماہنامہ ''فلاحِ دارین'' کو اپنے احباب میں بھی متعارف کروائیں گے کہ نیکی کو اور نیکی کی بات کو پھیلانا بھی صدقہ جاریہ ہے۔

فہرست

گوشۂ اطفال

حمدِ باری تعالیٰ

جناب رفیع الدین ذکیؔ قریشی

اے خدا چشمِ کرم صلِّ علیٰ کے واسطے
حضرتِ احمدؐ، محمد مصطفیٰؐ کے واسطے

تجھ کو جملہ اتقیاءؒ اور اولیاء کا واسطہ
کر کرم مجھ پر خدایا انبیاء کے واسطے

دولتِ صدق و یقیں دے یا اللہ العالمیں
دامنِ رحمت ملے خیر الوریٰؐ کے واسطے

اے خدا تو نے ہدایت دی ہے بدکاروں کو بھی
دے ہدایت مجھ کو بھی نور الہدیٰؐ کے واسطے

سَر جھکا جاتا ہے یارب بارِ عصیاں سے مِرا
سَرفرازی بخش دے صدر العلیٰؐ کے واسطے

اے خدایا میں تو گیا گزرا خطاکاروں سے ہوں
درگزر کر شافعِ روزِ جزا کے واسطے

میرے اعمال و معاصی کو خدا تُو نہ دیکھ
کردے بخشش صاحبِؐ جود و سخا کے واسطے

کر مجھے ہمت عطا قائم رکھوں تیری نماز
مسجد ومنبر امام الانبیاء کے واسطے

سایۂ دامانِ مرسلؐ ہو مجھے یارب نصیب
عرش کے مہمان اُس سادہ قبا کے واسطے

مدینے کی صبح و مسا محترم ہے

جمیل عظیم آبادی

ہوا محترم ہے، فضا محترم ہے
مدینے کی صبح و مسا محترم ہے
عمرؓ کا مشرف بہ اسلام ہونا
وہ قلبِ نبی کی دُعا محترم ہے
وہ حج الوداع کا جہاں تاب خطبہ
ہر اک لفظ قبلہ نما محترم ہے
وحی پہلے پہلے جو جبریل لائے
وہ ساعت، وہ سُورہ، وہ جا محترم ہے
دعا کرنا دشمن کے حق میں خدا سے
وہ دل، وہ نظر، وہ ادا محترم ہے
نبیؐ کی قبا اور پیوند کاری
ہمیں ان کا چاکِ قبا محترم ہے
جمیلؔ اُن کی راہوں کا سچا مسافر
اُسے ان کا ہر نقشِ پا محترم ہے

آوازِ فلاح

مدیر کے قلم سے

اسلام اور رشتہ داری

muftisanaurrahman@hotmail.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو چاہیئے کہ رشتہ داریوں کو جوڑ کر رکھے۔ (بخاری شریف، ۲/۸۸۵، حدیث ۵۷۵۱)

اپنے اقرباء اور عزیزوں کے ساتھ تعلقات کو قائم رکھنا اور ان کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنا یہ آج کل کے دور میں عنقاء ہوتا چلا جا رہا ہے، آج صرف اسی کے ساتھ تعلق رکھا جاتا ہے جس سے کام ہو یا کوئی مطلب ہو ورنہ دوسرے کی ذرا سی بات پر ایسی ناراضگی اختیار کر لی جاتی ہے کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا، سگے رشتے ختم کر دیئے جاتے ہیں، بہن بھائی آپس میں ملنے جلنے کو تیار نہیں ہوتے حالانکہ اسلام کی تعلیمات اس کے برخلاف ہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو۔
(مسند احمد بن حنبل، ۱۷۴۵۲)

یہ اسلام کی ایک اہم تعلیم ہے کہ ایک مسلمان شخص اپنے اعزہ و اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ بہترین برتاؤ کرے اور حتی الامکان ان کی خبر گیری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے یہاں تک کہ جو رشتہ دار ناراض ہو مگر ضرورت مند بھی ہو تو بھی اس کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی ضرورتوں کا حتی المقدور خیال کرنا یہ انتہائی اجر و ثواب کا باعث ہے۔

بزرگوں کا فرمانا ہے کہ یہ خاندانی نظام اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیئے کیونکہ خاندانی نظام جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی فتنوں سے حفاظت ہوگی، فتنہ و فساد سے حفاظت کے لئے سب سے پہلے گھر اور خاندان میں اتفاق و اتحاد اور ایک دوسرے پر اعتماد کا

وجود لازم ہے۔ اپنے بچپن میں سنا کرتے تھے کہ بچوں کو نصیحت کی جاتی تھی کہ دیکھو مل جل کر رہو، مل جل کر کھیلو کیونکہ جب تم الگ الگ رہو گے تو کوئی بھی تمہیں نقصان پہنچا دے گا اور اگر اکھٹے ہو گے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اس کی مثال یوں دی جاتی کہ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں، اگر الگ رہیں گی تو کوئی بھی ان کو توڑ دے گا اور اگر اکٹھی ہو کر مکا بن گئیں تو ان کو تو کوئی نہیں توڑ سکے گا بلکہ یہ ہی دوسرے کو نقصان پہنچا دیں گی۔

بہر حال مل جل کر رہنا، ایک دوسرے کا خیال کرنا اور رکھنا یہ اسلام کی بہت اہم تعلیم ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں اور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں تا کہ ہمارے لئے عمل آسان ہو جائے۔

- ''اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور حساب کے بُرے انجام سے خوف کھاتے ہیں۔''

(سورۂ رعد، آیت ۲۱)

- ''اور وہ لوگ جو توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں ان رشتوں کو جن رشتوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اور فساد پھیلاتے ہیں ملک میں، ایسے لوگوں کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر۔'' (سورۂ رعد، آیت ۲۵)

یعنی ان کو جو رشتے اللہ کے خوف سے جوڑتے ہیں ان کے لئے آیت نمبر ۲۳ رمیں جنت کی خوشخبری سنائی گئی اور جو رشتہ داری کو توڑتے ہیں ان کے بارے میں وعید آیت ۲۵ رمیں ہے کہ ان کے لئے لعنت اور برا گھر ہے۔

احادیث طیبہ:

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ رشتہ داری عرش خداوندی پکڑے ہوئے (قیامت میں) کہے گی کہ ''جو مجھے جوڑے گا اللہ اس کو جوڑے گا اور جو شخص مجھے کاٹے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔'' (بخاری، ۲،۸۸۶)
- حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے سے بغض رکھنے والے رشتہ دار پر صدقہ کرے۔ (رواہ الطبرانی)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نیکیوں میں سب سے جلدی ثواب صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ملتا ہے اور برائیوں میں سب سے جلدی سزا بغاوت اور قطع رحمی کی ملتی ہے۔(ابن ماجہ،۳۳۰)

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دنیا و آخرت کے سب سے بہترین اخلاق کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ تم اپنے سے رشتہ داری کاٹنے والے کے ساتھ جوڑ کا معاملہ کرو اور جو تمہیں محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو ظلم کرے اس کو معاف کرو۔(الترغیب،۲۳۲،۳)

غرض یہ ہیں رشتہ داری کے بارے میں اسلامی احکامات اور تعلیمات، اس لئے اگر ہم ان آیات واحادیث سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ہمیں خود آگے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو پورا کرنے کے لئے ناراضگی کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

دعائے مغفرت

مدرسہ ”مفتاح العلوم“ اور ماہنامہ ”فلاحِ دارین“ کے سرپرست اعلیٰ اور ہمارے شیخ سعید الملّت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ کی والدہ محترمہ کا ۱۱/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ بمطابق ۹/دسمبر ۲۰۱۹ء رضائے الٰہی سے انتقال ہوگیا۔

انا للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل شی عندہ باجل مّسمّی.

اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

قارئین ماہنامہ ”فلاحِ دارین“ سے گزارش ہے کہ کم از کم تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر مرحومہ کو ایصال ثواب کر دیں۔

اللہ پاک آپ حضرات کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)



خلاصہ مضامینِ قرآنِ کریم

سورۂ ھود

مفتی ثناء الرحمٰن

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے اور ایسے لوگوں کی ۱۳ر حالتوں اور ذلتوں کو آیت نمبر ۱۸ر تا ۲۲ر میں بیان کیا ہے۔

(۱) اللہ پر جھوٹ بولا اور اللہ کی طرف غلط بات کو منسوب کیا۔

(۲) ایسے لوگوں کی اللہ کے سامنے پیشی ہوگی۔

(۳) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ گواہ گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تھا۔

(۴) یہ ظالم! اللہ کے نزدیک ملعون ہیں۔

(۵) یہ ظالم! لوگوں کو حق کے راستے سے روکتے ہیں۔

(۶) دین میں شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۷) آخرت کے منکر ہیں۔

(۸) یہ لوگ روئے زمین پر کہیں بھی اللہ سے بچ نہیں سکتے۔

(۹) قیامت کے دن ان کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔

(۱۰) ان کا عذاب دوچند (یعنی دوگنا) ہے۔

(۱۱) یہ حق بات کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کو حق سجھائی دیتا ہے۔

(۱۲) ان لوگوں نے اپنے لئے سب سے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔

(۱۳) سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے یہ ہی ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا سب سے زیادہ بے جا حرکت ہے اور جو حکم اللہ نے نہیں دیا اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

اور یہ ہی حال رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرنے اور جھوٹ بولنے کا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہئے۔

اورامام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں کسی ایسے گناہ سے واقف نہیں ہوں جس کے مرتکب کواہل سنت میں سے کسی نے کافر قرار دیا ہو سوائے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کے۔

(موضوعات کبیر از ملا علی قاری رحمہ اللہ بحوالہ درس قرآن)

دنیا کے اندر قرآن کریم اور وحی الٰہی کو ماننے والی اور نہ ماننے والی دو جماعتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر فرمایا کہ ''ان دو گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھتا بھی، سنتا بھی ہو کیا یہ دونوں اپنے حالات میں برابر ہو سکتے ہیں؟'' (آیت نمبر ۲۴) یعنی جس طرح ایک وہ شخص جو سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا برابر نہیں ہو سکتے تو پھر ایک وہ شخص جو ایمان رکھتا ہے اور قرآن کو مانتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو نہ ایمان رکھتا ہے اور نہ قرآن کو مانتا ہے کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

قرآن پاک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جہاں وہ بات کو دلائل کے ساتھ سمجھاتا ہے وہیں قصص بھی بیان کرتا ہے اور پہلی اقوام کے حالات وواقعات کو سنا کر ان سے سبق لینے اور عبرت پکڑنے کی ترغیب بھی دیتا ہے اسی لئے قرآن کریم میں مختلف انبیاء کرام کے قصص مختلف جگہوں پر آئے ہیں کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں طویل۔ مگر کیونکہ ان سے مقصد تاریخی قصے سنانا نہیں بلکہ سبق حاصل کرنا ہے اس لئے جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنا ہی بیان کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے بعض اوقات بعد کا حصہ پہلے اور پہلا حصہ بعد میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہی قرآن کریم کا حسن ہے اور اسی وجہ سے باوجود تکرار اور اعادے کے ہر جگہ جدید لذت اور نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔

سورۃ ھود میں بیان کئے گئے قصوں میں بھی کفار ومشرکین کیلئے سبق وعبرت اور اثبات رسالت ہے کہ دیکھو محمد عربی ﷺ شروع سے تمہارے ساتھ رہتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ انہوں نے کسی تعلیم گاہ سے بلکہ کسی استاد سے بھی کبھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ یعنی وہ اُمی ہیں اس کے باوجود وہ گذشتہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قصے اتنی صحت، باریکی اور کامل درجہ کی درستگی کے ساتھ بیان فرمارہے ہیں تو یہ بغیر وحی کے ممکن نہیں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''(اے پیغمبر) یہ غیب کی کچھ باتیں ہیں جو ہم آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتارہے ہیں۔ یہ باتیں نہ آپ ﷺ اس سے پہلے جانتے تھے اور نہ آپ ﷺ کی قوم۔ لہذا صبر سے کام لیجئے، بیشک آخری انجام متقیوں کے ہی حق میں ہوگا'' (آیت نمبر ۴۹)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

دعا یقین کے ساتھ کی جائے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ. (بخاری)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔

تشریح:

بعض روایات میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ''اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو:

''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ''

کوئی بھی انسان ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو راتوں میں اللہ کی بندگی کرنے والے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے بندوں کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے جن میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بھی ہے۔

جنت عالم آخرت کی ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا، قرآن وحدیث میں جنت کی نعمتوں کا اتنا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس کا مجموعہ ضخیم کتاب بن سکتا ہے۔

اس حدیث میں جنت کی نعمتوں کا بڑے بلیغ انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ وہاں کی نعمتوں کا کوئی متبادل ممکن ہی نہیں ہے، وہ اتنی عظیم اور عجیب نعمتیں ہیں جن کو دنیا میں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے ان جیسی نعمتوں کے بارے میں سنا اور نہ ہی انسانی

قلب وخیال میں اتنی اعلیٰ نعمتوں کا کوئی تصور اور اندازہ آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود صراحت فرمادی ہے کہ یہ جنت اور یہ نعمتیں اس کے انہیں بندوں کے لئے تیار کی گئی ہیں جو نیکوکار ہیں یعنی ایمان والے اور احکام شریعت کی بجا آوری کرنے والے ہیں۔ قرآنی آیت میں بھی یہ وضاحت ہے کہ کوئی متنفس ان نعمتوں کے بارے میں نہیں جانتا، یہ چھپا کر اور محفوظ کر کے رکھی گئی ہیں اور ان میں خداترس بندوں کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک اور راحت وسکون کا خوب سامان بھی ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ''مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ '' سے مراد اچھے مناظر اور صورتیں ہیں اور ''لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ '' سے خوش کن خیالات ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں فرمایا:

لَقَابَ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ.

ترجمہ: ایک کمان کے بقدر جنت میں جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع وغروب ہے۔

ایک روایت میں ہے:

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ: جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

جن دو چیزوں پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے اس سے مراد بھی دنیا و مافیہا ہے اور ایک کوڑے یا کمان کے بقدر جگہ زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہوتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اس لئے کہ وہ ابدی اور سرمدی ہے اور دنیا فانی ہے۔

ھدایت اسلام

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اُس شخص کے لیے جنت کی خوشخبری ہے جسے اسلام کی ہدایت نصیب ہوگئی اور گزر بسر کے لیے روزی میسر آ گئی اور اُس نے قناعت وصبر اختیار کیا۔ ﴿جامع الترمذی﴾

قیامت کی علامات

سید یوسف علی

❁ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگ مسجدوں میں (بیٹھ کر یا مساجد کے بارے میں) فخر کرنے لگیں گے۔

❁ قیامت کی خاص علامات میں سے ہے بدکاری، بدزبانی، قطع رحمی (کا عام ہوجانا) امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار قرار دینا۔

❁ قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا اور (پہلی تاریخ کے چاند کو) کہا جائے گا کہ یہ تو دوسری تاریخ کا ہے اور مسجدوں کو گزرگاہ بنالیا جائے گا اور ''ناگہانی موت'' عام ہوجائے گی۔

❁ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے مکار لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے (اسلام کے نام سے نئے نئے نظریات اور) نئی نئی باتیں پیش کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچنا، ان سے بچنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ امت شراب کو مشروب کے نام سے سود کو منافع کے نام سے اور رشوت کو تحفے کے نام سے حلال کرلے گی، اور مال زکوٰۃ سے تجارت کرنے لگے گی تو یہ ان کی ہلاکت کا وقت ہوگا۔

❁ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ سے قیامت کے آثار و علامات کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے کچھ آثار وعلامات ہیں، وہ یہ کہ اولاد (نافرمانی کے سبب) غم وغصہ کا باعث ہوگی، بارش کے باوجود گرمی ہوگی اور بدکاروں اور شریروں کا طوفان برپا ہوگا۔

❁ اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ جھوٹے کو سچا اور

سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔

❁ اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ محرابیں سجائی جائیں گی اور دل ویران ہوں گے۔

❁ اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے ویرانوں کو آباد اور آبادیوں کو ویران کیا جائے گا۔

❁ اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ (معاشرے میں) پولیس والوں، عیب چینوں، غیبت کرنے والوں اور طعنہ بازوں کی بہتات ہوگی۔

❁ اے ابن مسعود! بے شک قیامت کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے کہ خائن کو امین اور امین کو خائن بتلایا جائے گا۔

❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر (۷۲) چیزیں قریبِ قیامت کی علامت ہیں جس میں سے کچھ ذکر کی جاتی ہیں:

① لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں
② معمولی بات پر خونریزی کرنے لگیں
③ اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے لگیں
④ انصاف کمزور ہو جائے
⑤ ظلم، طلاق، ناگہانی موت عام ہو جائے
⑥ کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں اور شریفوں کے ناک میں دم کیا جائے
⑦ شرعی سزاؤں کو معطل کیا جائے
⑧ زندگی کی دوڑ میں اور تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شریک ہو جائے گی
⑨ سب سے رذیل آدمی قوم کا قائد بن بیٹھے گا
⑩ انصاف بکنے لگے گا

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس امت میں خاص نوعیت کے چار فتنے ہوں گے، ان میں آخری اور سب سے بڑا فتنہ راگ ورنگ اور گانا بجانا ہوگا۔

آسان صدقہ

ابوالحسنات

❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے، لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور دوسروں کو بھی صدقہ دے، لوگوں نے عرض کیا اگر یہ کرنے کی طاقت نہ رکھے یا استطاعت کے باوجود نہ کرے تو فرمایا کسی غمزدہ محتاج کی مدد ہی کردے۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو نیک بات ہی کہہ دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو (کم ازکم) کسی نقصان رسانی سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں ایک قسم کا صدقہ شمار ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے تو آدمی کے جسم میں جتنے جوڑ بند ہیں ان سب کی طرف سے اس پر ایک ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے (وہ اس طرح ادا ہوتا رہتا ہے) دوشخصوں کے درمیان کسی معاملہ میں فیصلہ کرادیا یہ ایک صدقہ ہوگیا کسی سوار شخص کی کوئی مدد کردی اس کو سوار کردیا یہ صدقہ ہوگیا، اس کا کچھ سامان نیچے سے اٹھا کر اسے پکڑا دیا یہ صدقہ ہوگیا، کوئی بھلی بات زبان سے نکالی یہ صدقہ ہوگیا، ہرقدم جو نماز کے لئے اٹھایا وہ صدقہ ہوگیا، اگر راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی دیکھی اور ہٹادی، صدقہ ہوگئی۔ (بخاری ومسلم)

سبحان اللہ! ذرا اندازہ لگایئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ضعیف بندوں پر بہت سے صدقات واجب فرمائے تھے تو ان کی ادائیگی کو کتنا آسان کردیا، وہ اس طرح کہ اس کی ہر ہر حرکات وسکنات کو ایک ایک صدقہ بنادیا اس میں یہ تعلیم بھی دینا مقصود ہے کہ انسان کو ایسا کامل ہوجانا چاہئے کہ اس کی حرکات وسکنات بہائم کی طرح نہ رہیں بلکہ ان میں تقرب الی اللہ کی وہ روح پیدا ہوجائے کہ اگر وہ مالدار نہ بھی ہو تو بھی محض اپنے اعمال کی بدولت بے شمار صدقات کے ثواب کا مالک بن سکے اور ان مذکورہ حدیثوں سے یہ بات بھی سامنے آئی۔ اس امت میں بزرگی کا معیار مالداری اور فقیری نہیں ہے بلکہ انسان کے اعمال ہیں اور ان میں سب سے معمولی عمل یہ ہے کہ راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز دیکھے تو اسے ہٹادے۔

محمد نافع مدنی

جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیارت کی فضیلت

انسان کی زندگی میں والدین وہ ہستیاں ہوتی ہیں جنہوں نے اس کے ساتھ سب سے زیادہ احسان کیا ہوتا ہے۔انسان کے والدین ہی ہیں جو اپنی اولاد کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں۔ اولاد اگر ساری زندگی بھی ان کی خدمت میں لگی رہے، تب بھی وہ اپنے والدین کا مکمل طور پر حق ادا نہیں کر سکتی۔جس طرح والدین اپنی زندگی میں اس بات کے مستحق ہیں کہ اولاد ان کی بھرپور خدمت کرے بالکل اسی طرح دنیا سے ان کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ اولاد ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنے۔ والدین میں سے اگر دونوں یا کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو ان کے لئے بھرپور دعائیں کی جائیں۔ان کے لئے استغفار کیا جائے اور ایصال ثواب کیا جائے،اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقتاً فوقتاً ان کی قبر کی زیارت کے لئے جانے کا اہتمام ہو۔کوشش تو یہ ہو کہ ہر جمعہ کو ان کی قبر کی زیارت کا معمول بنا لیا جائے ورنہ کم از کم ہفتے میں کسی بھی دن ایک مرتبہ ان کی قبر کی زیارت کی ترتیب بنالی جائے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَه وَ کُتِبَ بَرًّا.

(المعجم الأوسط للطبرانی)

ترجمہ: جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین میں سے دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اس کی بخشش کر دی جائے گی اور وہ اپنے والدین کا فرمانبردار لکھا جائے گا۔

قبروں کی زیارت کرنے کا عام طور پر یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے، آخرت کی فکر نصیب ہوتی ہے، دل کی سختی دور ہوتی ہے اور نیک اعمال کرنے کا زیادہ سے زیادہ کا شوق پیدا ہوتا ہے اور والدین کی قبر کی زیارت کرنے میں ان فوائد کے ساتھ خاص طور پر یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ اس سے والدین کے احسانات کو آدمی نہیں بھولے گا اور والدین کی عظمت واحترام دل میں پیوست ہو جائے گا جس سے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ دعائیں اور ایصال ثواب کرنے کا دل چاہے گا۔

مصائب سے نہ گھبرایئے

ابو ابان

کبھی کبھی انسان گناہوں کے ڈھیر میں اس قدر دب جاتا ہے کہ اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو اس کے گناہوں کو دور کر سکے جبکہ رحمتِ الٰہی چاہتی ہے کہ وہ بندہ گناہوں کے بھنور سے نکلے اور اس کی معافی تلافی ہو جائے، اس لئے من جانب اللہ رنج وغم اور مشقت و بیماری میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی بندہ کے گناہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال میں کوئی نیک عمل نہیں ہوتا جو اس کے گناہوں کو دور کرے تو اللہ تعالیٰ اسے غم وحزن میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے ذریعے اس بندے کے گناہوں کو دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت یہ چاہتی ہے کہ بندہ کو مختلف بہانے سے رحمتوں سے نوازا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر محبت وخوشحالی میں بندہ نے شکر ادا کیا تو بھی خیر کثیر سے سرفراز ہوا۔ اگر رنج وغم اور مصیبت ومرض پر صبر کیا تو بھی بے پناہ خیر کا مستحق بنا، گویا ہر حال میں خیر ہی خیر میں رہا، خیر و بھلائی سے نوازنے کا خدائی نظام یہ بھی ہے کہ ایسے بندے کو کبھی کبھی مصائب و پریشانی اور مرض و بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کلفت کو برداشت کر کے بھی مزید خیر و بھلائی کو پا سکے۔ فرمانِ نبوت پڑھیے اور اندازہ لگایئے کہ مؤمن کا بیمار ہونا بھی کسی قدر خیر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے اسے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مصائب و بلاء اور امراض ومشکلات پر بندۂ مؤمن کو آخرت میں جن لطف وکرم، ثواب و درجات سے نوازا جائے گا اسے دیکھ کر دنیا میں راحت وسکون سے رہنے والے تمنا کریں گے، ہائے کاش! دنیا میں ہمیں بھی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا تا کہ یہاں ہم لطف وکرم، ثواب و درجات سے بہرہ ور ہوتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمایئے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن جبکہ مبتلائے مصیبت و بلا بہت زیادہ اجر وثواب سے نوازے جائیں گے تو اہل عافیت (یعنی وہ لوگ جو دنیا میں مصیبتوں و بلاؤں سے محفوظ رہے اور ان کی زندگی بڑے عیش ونشاط میں گزری) یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے بدن کی کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی (تا کہ جس طرح مبتلاء مصیبت آج اتنے زیادہ اجر وثواب سے نوازے جارہے ہیں اسی طرح ہمیں بھی بہت زیادہ ثواب ملتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہیے لیکن اگر کبھی کوئی پریشانی پیش آ گئی تو مندرجہ بالا احادیث کو ذہن میں رکھ کر صبر کرنا چاہیے۔

دو اہم واقعات

محمد علی سرور

حالیہ چند روز میں اپنے ساتھ پیش آنے والے دو واقعات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرر ہا ہوں کہ ان دونوں واقعات سے اللہ تعالی نے اپنے اس گناہ گار بندے کو کچھ اہم اسباق کی یاددہانی کروائی۔ امید ہے کہ آپ کو بھی پڑھ کر بہت فائدہ ہوگا بشرطیکہ آپ اس تحریر کو مکمل پڑھیں۔

پہلا واقعہ

دو چار دن پہلے اہل وعیال کے ہمراہ اپنی گاڑی میں ایک ایسے علاقے میں جانا ہوا جہاں آدھے شہر کا رش جمع ہوتا ہے۔ پچھلے ماہ بھی اسی گاڑی میں وہاں کا ایک چکر اہل وعیال کے ہمراہ ہی لگا تھا تو ایک ہاتھ گاڑی والے نے اپنی مستی کے اندر ہماری گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک ایسی زور دار چوٹ ماری تھی کہ گاڑی میں ڈینٹ پڑ گیا تھا، ڈینٹ اتنا بڑا نہ تھا لیکن یہ پہلا ڈینٹ ہمارے ہاتھوں ہماری گاڑی کو نصیب ہوا تھا، اس لیے ہم نے یہ ٹھان لی کہ آئندہ اس علاقے میں اپنی اس (عزیزہ) گاڑی کو لیکر نہیں آئیں گے لیکن رواں ماہ اپنی (دوسری عزیزہ) بیگم صاحبہ کی خاطر ہم اپنے آپ سے کئے ہوئے وعدے کو توڑتے ہوئے ایک بار پھر اپنی گاڑی کے ساتھ اس علاقے میں پہنچے تو ہمیں پھر گزشتہ واقعہ سوچ کر ایک خوف سا محسوس ہوا جس کا ہم نے اپنے بیوی بچوں سے تذکرہ بھی کیا۔ ساتھ ہی ان سب کو آیت الکرسی پڑھنے کی تاکید کی۔

ابھی ہم سب نے آیت الکرسی ختم ہی کی تھی کہ سامنے سے چند ہاتھ گاڑی والے نمودار ہوئے اور میں نے اہلیہ سے کہا دیکھو پھر وہی آرہے ہیں۔ میرے ایسا کہنے سے شاید میرے بڑے صاحبزادے محمد حسن علی نے جن کی عمر ابھی گیارہ سال ہے، میرے اندر کی ایک نامناسب کیفیت کو محسوس کرلیا اور ایک ایسی بات کہی جس سے میرے دماغ کے چودہ طبق روشن ہو گئے، کہا کہ: ”ابا!

اب آپ نے آیت الکرسی پڑھ لی ہے تو ڈریں نہیں، بس اللہ پر چھوڑ دیں اور اسی پر بھروسہ کریں۔''

بس یہ سننا تھا کہ میری ساری فکر جاتی رہی اور سینہ ایک بڑے میدان کی طرح کشادہ ہو گیا اور میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ جب سمجھدار والدین اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلواتے ہیں تو جہاں اللہ ان والدین کو اور بہت سارے انعامات اور فائدے پہنچاتے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہی اولاد والدین کی تعلیم کا اور ان کے ایمان ویقین کو بھی پختہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔

اللہ تعالی تمام والدین کو یہ سمجھداری عطا فرمائے کہ وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلوانے کا بھرپور اہتمام کریں۔

دوسرا واقعہ

مختصراً عرض کردوں کہ گزشتہ کل میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو میرے لیے بڑے رنج کا سبب بنا۔ ہوا یوں کہ ہر ایک دن کے وقفے سے مدرسے میں رات کے وقت لائن کا پانی آتا ہے جو کبھی چند گھنٹوں کیلئے اور کبھی خوش قسمتی سے پوری رات آتا رہتا ہے، جسے ممکنہ حد تک ٹینک میں بھرنے کی ذمہ داری فی الوقت یہ ناچیز خود ہی نبھا رہا ہے، اگر اس میں ذرا کوتاہی ہو جائے تو لگ بھگ ڈیڑھ سو بچوں کی پڑھائی خطرے میں پڑ جاتی ہے کہ بسا اوقات باہر سے بھی پانی کا انتظام نہیں ہو پاتا تو مجبوراً چھٹی دینی پڑ جاتی ہے لہٰذا اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے کہ طلباء وطالبات کی تعلیم کا حرج نہ ہو نہ ہی مدرسے پر اضافی بوجھ آئے۔ ہاں تو اصل واقعہ یہ پیش آیا کہ گزشتہ رات عشاء کے بعد مقررہ وقت پر بندہ پانی کا پمپ چلا کر اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ اطمینان سے گھر روانہ ہو گیا کہ الحمد للہ وقت پر موٹر چل گئی ہے، اب رات تاخیر سے آ کر ٹینک میں پانی کی کیفیت دیکھ کر موٹر بند کر دی جائے گی۔ ظن غالب یہی تھا کہ آج تو ٹینک تقریباً فُل ہو ہی جائے گا۔ چنانچہ منصوبے کے مطابق رات تاخیر سے جب بندہ مدرسے پہنچا تو موٹر بند اور ٹینک خالی دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ گویا پیروں تلے زمین ہی نکل گئی ہو، کچھ ہی دیر میں یہ اندازہ ہوا کہ عشاء کے بعد مدرسے سے جاتے ہوئے اہلیہ یا مجھ سے موٹر چلانے کے بعد بھولے سے دوبارہ موٹر بند ہوئی ہے۔ غالب گمان تھا کہ ایسی اوٹ پٹانگ حرکت اہلیہ نے ہی کی ہوگی کیونکہ آج دن ہی میں ان کی وجہ سے کافی پریشانی کا سامنا ہوا تھا۔ اسی گمان کے ساتھ سی سی ٹی وی کیمرے کی

ریکارڈنگ چیک کی تو بندہ اسے دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوگیا کہ اس اوٹ پٹانگ حرکت کا ذمہ دار خود ناظر تھا۔ ریکارڈنگ دیکھ کر بندے کو اپنے اوپر اس قدر حیرانی ہوئی کہ کس بے دھیانی کے عالم میں بندے نے جاتے ہوئے اسی موٹر کو بند کر دیا جسے چند لمحوں پہلے ہی بندے نے خود رواں ON کیا تھا۔ کیمرے کے محفوظ کیے ہوئے مناظر کو دیکھ کر یہ ناچیز بہت غور وخوض کرنے لگا کہ اس بے دھیانی کی وجہ کیا بنی پہلے پہل تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ ''تیری بیگم ہی بہت باتونی ہے اسی نے تجھے باتوں میں لگایا ہوگا جو تو اتنی بڑی غلطی کر بیٹھا تجھ سے بڑا سمجھدار انسان بھلا کون ہوسکتا ہے؟''

لیکن قربان جاؤں اس کریم رب پر کہ جو بار بار اس گناہگار کو گناہوں کے دلدل سے کھینچ کھینچ کر نکالتا ہے اور توبہ کی توفیق دیتا ہے، اس کریم رب نے اس بار پھر شیطانی فساد سے بچایا اور یہ بات دل میں ڈالی کہ تمام انسانوں کے دل ودماغ اور ہاتھ پیر تو اللہ کے حکم کے تابع ہیں، سو یہ کام تجھ سے اللہ نے کروایا ہے جو تیرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا لیکن تیرے دماغ کو شل کر کے تیرے ہاتھ سے وہ کام کروادیا جسے اللہ نے کروانا تھا، بات یہاں تک تو سمجھ آگئی کہ کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے...... لیکن آخر کیوں؟ یہ تو ایک بڑا نیک کام سرانجام دیا جارہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اپنے دماغ پہ زور ڈالتا رہا، بالآخر جس اللہ نے کروانا تھا اسے بتانا بھی تھا۔ چنانچہ مجھے اپنی اس چھوٹی غلطی سے بڑی غلطی کا احساس بھی ہوگیا کہ دن میں جو پریشانی والا واقعہ پیش آیا تھا کہ محترمہ اہلیہ صاحبہ کو اپنی کسی جاننے والی کا کچھ سامان بھیجنا تھا جو وہ کسی ذریعے سے بھجوا چکی تھیں جب وہ سامان وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس سامان میں ایک بہت ہی معمولی سی چیز اہلیہ صاحبہ رکھنا بھول چکی تھیں اور وہ معمولی سی چیز پہنچانے اور مطلوبہ پتہ ڈھونڈنے میں مجھ ناکارہ کو کافی مشکل جھیلنی پڑی اور دوپہر سے شام تک بندہ اپنا غم وغصہ مختلف زاویوں سے بیچاری اہلیہ صاحبہ پر آزماتا رہا، وہ اسے بھول چوک کہتی رہی اور میں اسے نالائقی ہی گردانتا رہا۔

اب ان کیفیات اور خرافات کو کماحقہ بیان تو نہیں کرسکتا لیکن چلیں اس واقعے سے بہت سارے اسباق کی یاددہانی ہوگئی لہٰذا اب آپ لوگ بھی میری طرح عذر قبول کرنے کا اور غلطی کرنے والوں سے درگزر کرنے کا تجدیدِ عہد کرلیں۔

صحابہ کی تعظیم ضروری ہے

محمد نافع مدنی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا بلکہ ان کے بلند مرتبہ کو خود ارشاد فرما دیا اور ساتھ ساتھ امت کو حکم فرما دیا کہ ان کی عزت اور تکریم کرو اور ان کی اہانت کرنے سے بچو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی تعظیم وتکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا، ان کی تعظیم وتکریم کرنا ہر امتی پر لازم ہے یہ حکم ان کی زندگی میں بھی مسلمانوں کو تھا اور ان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہا اور قیامت تک اسی طرح باقی رہے گا۔ کوئی بھی شخص علم وفضل، ذہانت وذکاوت، تقویٰ، پرہیز گاری اور عزیمت و استقامت کے کتنے ہی بلند سے بلند تر مقام تک پہنچ جائے مگر وہ صحابی رسول کا ہمسر نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر کوئی شخص کسی بھی صحابی یا صحابیہ کے خلاف کوئی بات کہتا ہے یا نکتہ چینی کرتا ہے تو وہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ امت کے سب سے برگزیدہ اور نیک ترین لوگ آپ کے اصحاب ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت خود فرما دی تھی اور دنیا ہی میں ان سے رضا کا اعلان فرمایا تھا کہ جنتیوں کو جنت، جنت میں جانے کے بعد ملے گی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی جنت دے دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھ کو دیکھا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات تو امت مسلمہ کے لئے باعث برکت وافتخار تو ہے ہی لیکن جس شہر میں کسی صحابی کی قبر ہو وہ شہر اور بستی والے بھی بڑے خوش نصیب لوگ ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا وہاں اپنی قبر سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس زمین کے

لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہوگا اور ان کیلئے تو جنت کا راستہ دکھانے والا ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں میرے صحابہ کا مرتبہ و مقام کھانے میں نمک کی طرح ہے کہ نمک ہی سے کھانا درست ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ کھانے میں نمک کی طرح ہے اگر ان سے صرف نظر کرلیا جائے تو اس امت کی اصل خوبی ختم ہو جائے گی پھر جو شخص ان کی بدگوئی اور بغض کا اظہار کرتا ہے تو اس کی سزا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمادی ہے کہ وہ شخص اپنے خاتمے کی فکر کرے۔

گستاخ صحابہ کا انجام

جن لوگوں نے ثابت شدہ فضائل و خصائل ومحاسنِ صحابہ کا انکار کیا اور ان نفوسِ قدسیہ پر اپنی غلیظ زبان کے تالے کھول دیئے تو اللہ رب العزت نے دنیا میں بھی ان پر لعنت کی اور آخرت میں بھی۔

ابن ابی الانبیاء محمد علی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا جس کا آدھا رچہرہ سیاہ تر تھا اور آدھا سفید، وہ کہنے لگا کہ لوگوں میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ کسی نے میرے تھپڑ مار کر کہا کہ اے اللہ کے دشمن! اے فاسق! کیا تو ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا، جب میں بیدار ہوا تو میری حالت یہ ہوگئی جس کا آپ مشاہدہ کر رہے ہو۔

امام شعرانی علامہ عبدالغفار قومی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا اس کو اس کی عورت اور بیٹا منع کیا کرتے تھے مگر وہ باز نہ آیا بلکہ ان کو بھی مجبور کرتا تو پھر اللہ کا غضب جوش میں آیا اور اس شخص کی صورت خنزیر کی طرح ہوگئی، اس کے لڑکے نے اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اپنی دکان میں باندھ رکھا۔ (العیاذ باللہ)

امام ابوحنیفہ کا جذبۂ عمل بالحدیث

مفتی عاصم عبداللہ صاحب

غورک سعدی الکوفی کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ تحفے اور ہدایا بھیجے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دو چند تحائف کے ساتھ احسان فرمایا۔ میں نے یہ دیکھا تو ان کی خدمت میں عرض کیا: ''حضرت! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ اس قدر زحمت اٹھائیں گے اور میرے تحائف کے بدلے دو چند احسان فرمائیں گے تو میں ہرگز یہ کام نہ کرتا۔''

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسی باتیں ہرگز نہ کیجئے، اس لئے کہ فضیلت اور زیادہ اجر و ثواب سبقت اور پہل کرنے والے کو حاصل ہے، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا کہ:

> ''جو آدمی تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے، عنایت واحسان کا معاملہ کرے تو تم بھی اس کا بدلہ احسان سے چکایا کرو، اگر تم اس کے برابر کا بدلہ اور برابر احسان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو محسن کا شکریہ ادا کرلیا کرو۔ زبان سے اس کی تعریف کرلیا کرو۔''

غورک سعدی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا: حضرت! ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے اپنے تمام مال مملوکہ سے عزیز تر ہے۔''

(مناقب موفق، ص ۲۳۷)

اور ایک روایت میں یہ مقولہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔

عمرو بن ہیثم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شعبہ کا رقعہ لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ عصر کا وقت تھا، آپ نے مسجد ہی میں عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور عشاء کے بعد مجھے ہمراہ لے کر دولت کدہ پر تشریف لائے، کھانا کھلایا اور ایک بستر پر مجھے لٹادیا اور خود ایک گوشے میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا شروع کردی اور تمام رات پڑھتے رہے،

جب صبح ہوئی تو مجھے اٹھایا اور وضو کا پانی لا کر دیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھے رہے کہ اچانک ایک سانپ مسجد کی چھت میں آپ پر گرا اور آپ نے اس کے سر پر پیر رکھ دیا اور آرام سے بیٹھے رہے۔ خدا کی یاد اور اس کے ذکر میں اطمینان سے مصروف رہے، جب سورج طلوع ہوا تو آپ نے یہ دعا پڑھی:

''تمام تعریفیں ہیں اس خدا کے لئے جس نے سورج کو اس کے مطلع سے نکالا، اے اللہ! ہم کو اس کے اور جس چیز پر اس کا طلوع ہوتا ہے اس کی خیر سے بہرہ ور فرما۔'' (مناقب موفق، ص:۵۹)

اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور اتنی دیر آپ نہایت آرام اور سکون و وقار سے اپنی جگہ بیٹھے خدا کی یاد میں مشغول رہے، جب اشراق کی نماز پڑھی تو پیش آمدہ واقعے کے پیش نظر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس نے صبح کی نماز پڑھی اور سورج نکلنے تک سوائے ذکر خدا کے اور کچھ زبان سے نہ کہا وہ مثل مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کتنا شوق تھا، چاہے اس کی وجہ سے جان چلی جائے اور اس واقعے سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عالمانہ وقار اور تحمل کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔ (عقود الجمان، ص ۲۲۷)

خاموشی راہِ نجات ہے

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مشہور صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے خاموشی کو لازم پکڑ لیا وہ دونوں جہانوں میں نجات و فلاح پا جائے گا۔''

﴿جامع الترمذی﴾

خودداری یا عزتِ نفس

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

''خودداری یا عزتِ نفس'' یہ وہ اخلاقی وصف ہے جس سے انسان اپنی عزت، اپنی شان، اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت کی حفاظت کرتا ہے، زندگی میں اس کے موقع کثرت سے پیش آتے ہیں، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، ملنے جلنے، کھانے پینے، اوڑھنے پہننے غرض معاشرتی زندگی کے تمام حالات میں انسان کو اپنی حیثیت اور عزت کے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے جس میں یہ وصف نہ ہوگا اس میں نہ نظر کی بلندی ہوگی، نہ خیال کی رفعت، نہ اخلاق کی اونچائی، نہ لوگوں کی نگاہوں میں اُس کی عزت ہوگی، نہ اُس کی باتوں کا لحاظ کیا جائے گا اور نہ اس کی طرف لوگ متوجہ ہوں گے اور نہ اس کو کسی مجلس میں وقار حاصل ہوگا۔

یہ عزت و وقار سب سے پہلے اس بلند و برتر ذاتِ الٰہی میں ہے جو ساری عزتوں کا مرکز ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ۷۲ر موقعوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ''عزیز'' لیا گیا ہے، عزیز کے معنی ہیں عزت والا اور غالب۔ کہیں کہیں عزیز کے ساتھ قوی (قوت والا) یا مقتدر (اقتدار والا) بھی کہا گیا ہے۔

اس لئے اصلی عزت اسی کی ہے اور وہی سچی عزت ہے جو اس کے وسیلہ سے حاصل ہو۔ اسلام جب کمزور تھا تو منافق لوگ ادھر مسلمانوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے اور ادھر کافروں کی ظاہری شان و شوکت اور جاہ و عزت کے سبب سے ان کی دوستی کے بھی طلبگار تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خیال کے دھوکے کو اس حقیقت کی روشنی میں کھول دیا۔

ترجمہ: کیا ان کے پاس عزت چاہتے ہیں تو قطعی بات تو یہ ہے کہ عزت ساری خدا کے واسطے ہے۔ (سورۃ النساء، آیت ۱۳۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب خلافت کے زمانہ میں قیصر و کسریٰ کے مقابلہ میں صف آراء تھے ان کی اسلامی خودداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی مسلمان قیصر و کسریٰ کے درباروں میں بے دھڑک چلا جاتا تھا اور دلیری و آزادی سے سوال و جواب کرتا تھا۔ مسلمان جب تک مسلمان رہے یہی خیال اُن کی ہر قسم کی حوصلہ مندیوں اور اولوالعزمیوں کا باعث تھا اور ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد آج بھی

ہر مسلمان بحیثیت مسلمان کے اپنی مذہبی عزت اور خودداری کا احساس رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ بحیثیت مسلمان کے اس کا پایہ بہت بلند ہے اور ہر وقت اُس کے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے:

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی سربراہی) کے لئے ظہور میں لائی گئی۔

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰)

شیخ ابو حفص سہروردی کہتے ہیں کہ خودداری (عزت) غرور سے الگ چیز ہے کیونکہ خودداری اپنی ذات کی حیثیت کو جاننے اور اس کی عزت کرنے کا نام ہے کہ وہ فانی باتوں کی پستی میں نہ پڑ جائے اور غرور اپنی ذات کی اصلی حیثیت کو فراموش کر جانے اور اس کو اس کی جگہ سے اوپر لے جانے کو کہتے ہیں۔

یہ خودداری عین شرافت ہے جس میں یہ خودداری نہیں لوگوں کی آنکھوں میں وقار نہیں، اس وقار اور خودداری کے لئے اگر ہاتھ میں قدرت نہ ہو یا مصلحت نہ ہو تو بہت سی باتوں سے اعراض اور درگزر کرنا پڑتا ہے۔ قرآن میں سچے مسلمانوں کے وصف کے سلسلہ میں ہے:

ترجمہ: اور جب وہ نکلیں بیہودہ باتوں کی طرف سے تو گزر جائیں شریفانہ۔

(سورۃ فرقان: ۷۲)

یعنی اس شریفانہ انداز، رکھ رکھاؤ اور خودداری کی شان سے گزر جائیں کہ نہ وہ آپ ادھر متوجہ ہوں اور نہ ان شریروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ہمت پڑے۔

اس اخلاقی خودداری اور شریفانہ رکھ رکھاؤ کی حفاظت کی خاطر قدم قدم پر اپنی ایک ایک بات پر نظر رکھنی پڑتی ہے، چال ڈھال، بول چال، لباس ہر چیز سے شرافت کا اظہار ہو لیکن اس احتیاط کے ساتھ ہو کہ اوچھا پن یا تنگ ظرفی یا غرور و نمائش کی بو تک نہ آئے یعنی اس میں اپنی بڑائی اور دوسروں کی تحقیر کا جزء شامل نہ ہو یہی چیز ہے جس سے خودداری، غرور اور نمائش میں فرق و امتیاز کیا جاسکتا ہے چنانچہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ بھر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ مجھے اچھا کپڑا اور اچھا جوتا بہت پسند ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ تو غرور میں داخل نہیں؟ ارشاد ہوا کہ خدا تو خود ہی جمال کو پسند کرتا ہے، غرور یہ ہے کہ حق کا انکار کیا جائے اور لوگوں کی تحقیر کی جائے۔

اسلام میں ستھرے رہنے کا جو حکم ہے طہارت اور پاکیزگی کے علاوہ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان دوسروں کی نظر سے گرنے نہ پائے کیونکہ گندہ آدمی سے ہر ایک کو نفرت ہوتی ہے۔ ایک

بار رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر کے بال الجھے ہوئے تھے فرمایا: ''کیا اس کے پاس بالوں کو ہموار کرنے کا سامان نہ تھا؟'' ایک شخص کے کپڑے میلے دیکھے تو فرمایا: ''کیا کپڑے دھونے کے لئے اس کو پانی میسر نہ تھا۔'' ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں نہایت کم حیثیت کپڑے پہن کر آیا۔ فرمایا: ''تمہارے پاس کچھ مال ہے؟'' اُس نے کہا: اونٹ، بکری، گھوڑے، غلام، سب کچھ ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ''جب خدا نے تم کو مال دیا ہے تو خدا کے فضل و احسان کا اثر تمہارے جسم سے بھی ظاہر ہونا چاہئے۔''

خودداری کا سب سے بڑا مظہر وقار یعنی سنجیدگی اور متانت ہے۔ اسی لئے اسلام نے ہر حالت میں وقار کے قائم رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ نماز سے زیادہ اور کونسی عبادت ضروری ہوسکتی ہے، اس کے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے سکون اور وقار کے ساتھ چلو، جلدی نہ کرو۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب تکبیر سننے یا رکوع میں جاتے ہوئے امام کو دیکھتے ہیں تو بے تحاشا بھاگتے ہیں کہ رکعت نہ چلی جائے مگر یہ چیز متانت کے خلاف ہے اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ آہستہ چلنا، نگاہ، جھکائے رکھنا، آواز کا پست کرنا اور اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اس وقار میں داخل ہے۔

وقار ایک نہایت جامع لفظ ہے اور اس میں بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ ابوداوٗد نے کتاب الادب باب الوقار میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

نیک طور طریق، نیک انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

کیونکہ انہی اخلاقی خوبیوں کے ذریعہ سے کسی شخص کو وقار حاصل ہوتا ہے اور وہ خود بھی ان خوبیوں کی بدولت اپنے اندر اخلاقی احساس کو بیدار کر کے خوددار بنتا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک اور لفظ ''دل'' کا ہے اور ان جیسے دوسرے تمام الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ انسان رفتار، گفتار، شکل وصورت وضع ولباس اور اپنی عام روش میں باوقار رہے اور نیک مسلمانوں کا طور طریقہ اختیار کرے۔ اسلام نے خصاص فطرت یعنی ناخن اور مونچھ کے ترشوانے اور ختنہ کرانے کا جو حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے انسان باوقار شکل میں نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ روش اختیار کی تو خدا سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا: ''وقار''۔ بولے: ''خداوند میرے وقار کو اور بڑھاؤ۔''

دنیا کی بے رغبتی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

مولانا صفدر صاحب

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کھڑے ہوکر بیان فرمارہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت ہمیں نہیں آئے گی بلکہ دوسروں کے مقدر میں موت لکھی ہوئی ہے اور حق کو قبول کر کے اس پر عمل کرنا ہمارے ذمے نہیں بلکہ دوسروں کے ذمہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن مردوں کو ہم رخصت کررہے ہیں وہ چند دن کے لئے سفر میں گئے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے پاس واپس آجائیں گے اور مرنے والوں کی میراث ہم اس طرح کھاتے ہیں کہ جیسے ان کے بعد ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور ہم ہر نصیحت کو بھول گئے ہیں اور آنے والی مصیبتوں سے ہم اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں۔

خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جو اپنے عیبوں کو دیکھتے ہیں اس طرح سے کہ اسے دوسرے لوگوں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہ ملے اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو اور اس کی اندرونی حالت بھی ٹھیک ہو اور ظاہری اعمال بھی اچھے ہوں اور اس کا راستہ بھی سیدھا ہو اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جس میں کوئی دینی اور اخلاقی کمی نہ ہو اور پھر وہ تواضع اختیار کرے اور اس مال میں سے خرچ کرے جو اس نے بغیر کسی گناہ کے حلال طریقے سے جمع کیا ہے اور دین کی سمجھ رکھنے والوں اور حکمت و دانائی والوں سے میل جول رکھے اور کمزور و مسکین لوگوں پر ترس کھائے اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جو اپنا ضرورت سے زائد مال دوسروں پر خرچ کرے اور ضرورت سے زائد بات نہ کرے اور ہر حال میں سنت پر عمل کرے اور سنت کو چھوڑ کر کسی بدعت کو اختیار نہ کرے اور پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

سلام کا مسنون طریقہ

اویس احمد شیخ

موجودہ دور میں پیارے نبی پاک ﷺ کی سنتوں سے دوری بڑھتی جارہی ہے۔آج کی نسل سنت طریقے سے سلام کے بجائے غیر اسلامی طریقے اپنانے پر فخر محسوس کرتی ہے۔سلام کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم گھر والوں کے پاس آؤ تو انہیں سلام کرو کیونکہ یہ آپ کے لئے رحمت کا باعث ہوگا۔

آپ علیہ السلام کا فرمانِ عالی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے وہ زیادہ نزدیک ہے جو ''السلام علیکم'' کی ابتداء کرتا ہے۔

آپ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب کسی گھر میں داخل ہوجاؤ تو اہل خانہ کو سلام کرو اور جب باہر آؤ تو السلام علیکم کے ساتھ ان کو الوداع کہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب دو مؤمن آپس میں ملتے ہیں سلام کرتے ہیں، پھر ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہیں تو ان کی خطائیں اس طرح معاف ہوجاتی ہیں جس طرح درخت کے پاتے جھڑتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم سے کوئی اپنے ساتھی سے ملاقات کرے تو وہ اس کو سلام کہے، اگر ان دونوں کے درمیان کچھ رکاوٹ آجائے تو اس کو عبور کرلینے کے بعد پھر اس کو ملے تو بھی اس کو سلام کہے۔

احادیث میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ سلام کہتے وقت واضح لفظوں میں ادا کیا جائے اور سلام کی سنت صرف السلام علیکم کہنے سے ادا ہوجاتی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' بڑھالیا جائے تو زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں

آیا اور کہا: ''السلام علیکم'' آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور ساتھ میں فرمایا: ''عشر'' یعنی اس نے دس نیکیاں حاصل کرلیں۔

پھر ایک اور آدمی نے آکر ''السلام علیکم'' کے ساتھ ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ بھی کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''عشرون'' اس نے بیس نیکیاں حاصل کرلیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے ''السلام علیکم'' کے ساتھ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کا اضافہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تیس نیکیوں کا ثواب سمیٹ لیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے افضل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلادو اور سلام کو عام کرو، خواہ تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری ومسلم)

مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء کرے۔

جامع ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کرنا چاہئے۔ اس سے اس کیلئے بھی برکت ہوگی اور اس کے گھر والوں کیلئے بھی۔

سلام کرتے وقت چند اہم باتوں کا خیال رکھنا بھی لازم ہے۔

جس کو سلام کیا جارہا ہے وہ شخص مصروف تو نہیں مثلاً نماز، قرآن یا ذکر وغیرہ میں، جس سے اس کی توجہ بٹ جائے تو سلام کرنا درست نہیں، البتہ جب وہ فارغ ہوجائے تو بے شک پھر سلام کرلینا چاہئے۔ گھروں میں اکثر جب کوئی بزرگ تشریف لاتے ہیں تو بچے انہیں سلام کرتے ہیں، بزرگ جواباً کہتے ہیں خوش رہو، سلامت رہو یا جیتے رہو یہ طریقہ بھی بالکل درست نہیں سلام کرنا سنت ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔

سلام کے دین ودنیا میں بے شمار فوائد ہیں اور اس کا کوئی بدل ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خرچ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مولانا محمد حنیف عبدالمجید صاحب

سورۂ فاتحہ سب سے بڑا دم

سب سے بڑا دم جو مریض پر کیا جاتا ہے اور جو مریض کے لئے شافی اور کافی ہوتا ہے وہ قرآنِ کریم کی سورت ''سورۂ فاتحہ'' ہے، جس کو ''اُم القرآن'' بھی کہتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو کسی سفر پر تھی، عرب کے ایک قبیلے کے قریب انہوں نے دورانِ سفر پڑاؤ ڈالا اور اُن سے مہمانی طلب کی لیکن انہوں نے ان کو مہمان بنانے سے انکار کیا، اُس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، انہوں نے اس کا ہر طرح علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، اُن میں سے بعض نے مشورہ دیا کہ اُس جماعت کے پاس جاؤ جس نے تمہارے قریب پڑاؤ ڈالا ہے، شاید اُن میں کسی کے پاس کوئی چیز ہو۔ وہ آئے اور کہنے لگے: اے قافلے والو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے، ہم نے اُس کا ہر طرح کا علاج کرا لیا لیکن فائدہ نہ ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی گُر ہے؟

ایک صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! اللہ کی قسم! میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن ہم نے تم سے مہمان نوازی کا مطالبہ کیا تو تم نے ہماری مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا، اب میں بھی مفت میں تمہارے لئے جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک کہ تم ہمارے لئے کوئی اجرت مقرر نہ کر دو۔

انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے: ''سورۂ فاتحہ'' پڑھتے رہے اور اُن کے سردار پر دم کرتے رہے یہاں تک کہ سردار ٹھیک ہو گیا اور ایسے چلنے لگا کہ وہ کبھی بیمار ہی نہیں تھا اور نہ اُسے کبھی کوئی تکلیف تھی، حسبِ وعدہ انہوں نے بکریاں دیں۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: انہیں تقسیم کر دو، جھاڑ پھونک والے نے کہا: جلدی مت کرو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں گے اور اُنہیں یہ واقعہ بتائیں گے، پھر وہ جو حکم دیں گے

اُس کے مطابق عمل کریں گے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن صحابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ''سورۂ فاتحہ'' بھی دم کرنے کا ذریعہ ہے؟ اور پھر فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا ہے۔ (اُن بکریوں کو) آپس میں تقسیم کرلو اور میرے لئے بھی ایک حصہ رکھ لو۔

یہ حدیث سورۂ فاتحہ کی اہمیت کو بتلا رہی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ مریض کی شفایابی اور اُس کے مرض کے دور ہونے میں اس کی بڑی تاثیر ہے۔

''سورۂ فاتحہ'' ایک موثر علاج

''سورۂ فاتحہ'' بیماری ختم کرنے میں بہت ہی مؤثر ہے، یہ آسان ترین ہے اور اس سے بیماری ایسے ختم ہوتی ہے کہ گویا کہ وہ تھی ہی نہیں، اگر ''سورۂ فاتحہ'' کے ذریعے کوئی اچھے طریقے سے علاج کرے تو اُس میں عجیب تاثیر پائے گا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں مدینہ میں مقیم تھا، مجھے کئی طرح کے امراض لاحق ہوئے، میں نے نہ کوئی ڈاکٹر پایا اور نہ دوائی، پھر میں نے ''سورۂ فاتحہ'' کے ذریعے اپنا علاج شروع کیا تو میں نے اُس کی عجیب تاثیر پائی، میں ہر اُس شخص کو جو کسی بیماری یا تکلیف کی شکایت کرتا یہی بتلاتا رہا، بہت سے لوگ بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔

اقوالِ زرّیں

☆ موت تکلیف دہ ہے مگر اتنی نہیں جتنی زندگی۔

☆ سب سے افضل عبادت نفس کی مخالفت ہے۔

☆ وہ شخص بے دین ہے جس میں دیانتداری نہیں۔

☆ غنی وہ ہے جس کا دل اللہ کے سوا ہر چیز سے خالی ہو۔

☆ بہترین عمل دوسروں کو دینا ہے نہ کہ دوسروں سے لینا۔

☆ علم کے بغیر عبادت فضول ہے اور عقل کے بغیر گفتگو دردِ سر۔

☆ دوسروں سے اچھائی کرتے رہو اور یہ سوچو کہ تم اپنی ذات سے اچھائی کر رہے ہو۔

آپ بھی پوچھئے

دارالافتاء مدرسہ مفتاح العلوم

بہنوں سے ان کی جائیداد کا حصہ معاف کروانا

سوال: ہمارے معاشرے میں وراثت سے متعلق یہ روایت چل رہی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں سے بھائی اپنی بہنوں اور ماں سے یہ لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں جائیداد سے کوئی حصہ نہیں چاہیئے۔ بہن بھائیوں کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے حصے سے دستبردار ہو جاتی ہیں، اسی طرح باپ کی تمام جائیداد بیٹوں کو منتقل ہو جاتی ہے۔ کیا شریعت کی رو سے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے؟ کیا اس طرح بہنیں اپنی اولاد کا حق غضب کرنے کی مرتکب نہیں ہوتیں؟ اگر بہنیں اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں تو کیا ان کی اولاد کو مذکورہ حصہ طلب کرنے کا حق ہے؟

جواب: ① اللہ تعالیٰ نے باپ کی جائیداد میں جس طرح بیٹوں کا حق رکھا ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق رکھا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ان کو حق سے محروم رکھا جارہا ہے، اس لئے رفتہ رفتہ یہ ذہن بن گیا کہ لڑکیوں کا وراثت میں حصہ لینا گویا ایک عیب یا جرم بن گیا ہے اور بھائی وغیرہ بہنوں سے لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں چاہیئے۔ یہ طریقہ نہایت غلط اور قانونِ الٰہی سے سرتابی ہے۔ آخر ایک بھائی دوسرے کے حق میں کیوں دستبردار نہیں ہوسکتا؟ اس لئے بہنوں کے نام ان کا حصہ کردینا چاہیئے بعد میں اگر وہ اپنے بھائی کو دینا چاہیں تو ان کی خوشی ہے۔

② اگر کسی بہن نے اپنا حصہ واقعتاً خوشی سے چھوڑ دیا ہے تو اس کی اولاد کو مطالبہ کرنے کا حق نہیں کیونکہ اولاد کا حق ماں کی وفات کے بعد ثابت ہوتا ہے، ماں کی زندگی میں ان کا ماں کی جائیداد پر کوئی حق نہیں۔ اس لئے اگر وہ کسی کے حق میں دستبردار ہو جائیں تو اولاد اس کو نہیں روک سکتی۔

سیرت کوئز

گوشۂ اطفال

غزوۂ تبوک 9ھ

سوال: غزوۂ تبوک کس سن ہجری میں پیش آیا؟

جواب: سن 9 ہجری میں۔

سوال: غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟

جواب: 30 ہزار تھی۔

سوال: غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے؟

جواب: 10 ہزار۔

عام الوفود: 9ھ/10

سوال: حج فرض ہونے کے بعد حضور ﷺ نے کس سن ہجری میں پہلا اور آخری حج ادا فرمایا؟

جواب: سن 10 ہجری میں۔

سوال: حضور ﷺ کے حج کو کون سا حج کہا جاتا ہے؟

جواب: حجۃ الوداع۔

سوال: حجۃ الوداع کے لئے حضور ﷺ کس مہینہ میں مدینہ سے روانہ ہوئے؟

جواب: ذی القعدہ میں۔

سوال: حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟

جواب: ایک لاکھ 14 ہزار یا اس سے زیادہ۔

سفرِ آخرت

سوال: حضور ﷺ کس تاریخ کو بیمار ہوئے؟

جواب: 19 ر صفر یا 29 صفر۔

سوال: جس دن حضور ﷺ بیمار ہوئے وہ کون سا دن تھا؟

جواب: بدھ کا دن تھا۔

سوال: حضور ﷺ مرض وفات میں کتنے دن بیمار رہے؟

جواب: 13 دن۔

سوال: حضور ﷺ مرض وفات میں کیا پڑھ کر دم کرتے تھے؟

جواب: سورۂ فلق اور سورۂ ناس۔

سوال: حضور ﷺ بیماری کے زمانہ میں تمام ازواج مطہرات کی اجازت سے کس کے حجرہ میں رہے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں۔

سوال: حضور ﷺ کی وفات کس دن ہوئی؟

جواب: پیر کے دن۔

سوال: حضور ﷺ کی وفات کی تاریخ کیا ہے؟

جواب: 2 ر ربیع الاوّل یا مشہور قول کے مطابق 12 ر ربیع الاوّل۔

سوال: حضور ﷺ کے لئے قبر کس نے کھودی؟

جواب: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی۔

سوال: حضور ﷺ کی تدفین کس جگہ ہوئی؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں۔

سوال: وفات کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟

جواب: 63 برس۔

تعلیم الاسلام

کفیل احمد
عبدالرحمن

دوسرے یہ کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ: ۵: ۳)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے دین کی تکمیل کردی اور اسلام ہمیشہ کے لئے ہر طرح کامل و مکمل دین ہوگیا۔ اس لئے حضور ﷺ کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

Q: What is the evidence to show that Prophet ﷺ is the last Prophet and no other prophet shall come after him ﷺ?

Ans: First, Allah Ta'ala described Him ﷺ as the Khatimun-Nabiyyin. (The last of the prophets) in the Holy Qur'an. It implies that He ﷺ is the last of all the prophets. Secondly, Muhammad ﷺ himself has said:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

(I am the last of the prophets. No other prophet will come after me.) Thirdly, Allah says in the Holy Qur'an.

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (Surah Al-Ma'idah 5:3)

Translation: Today, I have perfected your religion for you, and have completed My blessing upon you, and chosen Islam as Din (religion and a way of life) for you. (The Noble Qur'an).

It proves that Allah Ta'ala has perfected the religion through Hadrat Muhammad ﷺ and Islam has become a complete and perfect religion for all times to come. Therefore, there is no need of any prophet after Hadrat Muhammad ﷺ.

سوال: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ تمام پیغمبروں سے رتبے میں بڑے ہیں؟

جواب: حضور ﷺ کا تمام پیغمبروں سے افضل ہونا قرآن مجید کی کئی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے اور خود حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کہ "میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا" اور ظاہر ہے کہ اولاد آدم میں تمام پیغمبر علیہم السلام بھی داخل ہیں تو آنحضرت ﷺ تمام پیغمبروں سے افضل اور ان کے سردار ہوئے۔

Q: What is the evidence to show that Hadrat ﷺ ranks the highest among all the prophets?

Ans: It is evident from many verses of the Holy Qur'an that Hadrat Muhammad ﷺ ranks the highest among the prophets. He ﷺ himself said:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

I shall be the head of all the decended of 'Adam on the Day of Judgment.Obviously, the decendents of 'Adam include even the prophets and messengers علیہم السلام. Prophet Muhammad ﷺ, therefore, ranks the highest among all of them and he ﷺ is their cheaf leader.

بابا کرمو

حسیب احمد

ہمارے گھر میں ایک نوکر ہے، اس کا نام بابا کرمو ہے، ایسا مزیدار ہے ہمارا بابا کرمو کہ بس پوچھو مت۔ اس کا چہرہ، اس کے کپڑے اور اس کا بولنا بھی عجیب ہے، پورا نمونہ ہے ہمارا بابا کرمو۔ اسے دیکھو تو ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاؤ۔ ایک دن ہمارے گھر ایک مہمان آئے، کہاں کے تھے، کون جانے۔ اچھے خاصے دو تین دن وہ ہمارے ہاں رہے، ایک دن شاید انہیں پیڑے کھانے کا دل چاہا۔ انہوں نے بابا کرمو سے کہا: ''بابا کرمو بازار جاؤ سو روپے کے اچھے پیڑے لیتے آؤ۔''

بابا کرمو پیسے لے کر حلوائی کے ہاں پہنچا، پیڑے دیتے دیتے حلوائی نے مذاق سے کہا: ''یہ دیکھو، دوسرا کوئی ہوتا تو میں سو روپے کے تین ہی پیڑے دیتا لیکن تم اچھے انسان دکھائی دے رہے ہو اس لئے تمہیں چار پیڑے دیئے ہیں۔''

بابا کرمو پیڑے لے کر واپس ہوا، آتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں کہا: ''میں تھا اس لئے حلوائی نے مجھے چار پیڑے دیئے، دوسرا کوئی ہوتا تو اس نے اسے تین ہی پیڑ دیئے ہوتے۔ اس طرح دیکھا جائے تو چوتھا پیڑا میرا ہی ہوا، اس لئے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' فوراً ہی اس نے ایک پیڑا اچٹ کر ڈالا۔ تھوڑا آگے بڑھا تو اس کے ہاتھوں سے پھسل کر ایک پیڑا نیچے مٹی میں گر گیا۔ بابا کرمو کو لگا کہ یہ مٹی میں سنا ہوا گندہ پیڑا مہمان کے پاس کیسے لے جاؤں؟ ایسا گندہ پیڑا وہ کیسے کھائیں گے بلکہ وہ یہ پیڑا مجھے ہی دے دیں گے۔ پھر تو اس پیڑے کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' فوراً بابا کرمو نے دوسرا پیڑا بھی اپنے منہ میں رکھ لیا۔

باقی بچے دو پیڑے لے کر بابا کرمو آگے بڑھا، گھر کے قریب پہنچا تو اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ اپنے مہمان تو بڑے اچھے ہیں، میں ان کے پیڑے بازار سے لے کر آیا۔ ان کا اتنا کام کیا تب وہ مجھے بخشش کے طور پر ایک پیڑا تو دے ہی دیں گے۔ اس لئے یہ ایک پیڑا ہمیں کھا لینے میں کیا حرج ہے۔ بابا کرمو نے وہ پیڑا بھی فوراً چٹ کر لیا۔

آخر میں باقی بچا ہوا پیڑا لے کر وہ گھر کے اندر داخل ہوا اور مہمان کو دینے لگا۔ مہمان نے کہا: ''یہ کیا سو روپے کا ایک ہی پیڑا ملا؟''

بابا کرمو نے ساری حقیقت سنا دی۔ مہمان غصے سے چلائے: ''مجھ سے پوچھے بنا تم نے پیڑے کھائے کس طرح؟''

ہاتھ میں پکڑا پیڑا فوراً منہ میں ڈالتے ہوئے بابا کرمو نے کہا: ''اس طرح۔''

مہمان منہ کھول کر بابا کرمو کی طرف دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہنسیں یا روئیں ہوں۔ ہمیں جب یہ پتا چلا تب ہنستے ہنستے ہمارا برا حال ہو گیا۔

چاچا نے کہا: ''بابا کرمو تو سچ مچ ایک نگینہ ہے۔''

قیمتی اقوال

☆ غم سے روح میں توانائی آتی ہے۔
☆ انسان کا سب سے بڑا دشمن گناہ ہے۔
☆ علم سمندر ہے اس میں کبھی کمی نہیں آتی۔
☆ بہتر عبادت، عبادت کو پوشیدہ رکھنا ہے۔
☆ عقل جس جگہ کامل ہوگی حرص و شر ناقص ہوگا۔
☆ خراب باتیں کرنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔
☆ دنیا کا عذاب یہ ہے کہ تمہارا دل مردہ ہو جائے۔
☆ غصہ ایسی آندھی ہے جو دماغ کا چراغ بجھا دیتی ہے۔
☆ زندگی ایک ایسا ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔
☆ بہترین صدقہ زبان کو برے الفاظ سے روکے رکھنا ہے۔
☆ مصائب کا مقابلہ صبر سے اور دشمن کا مقابلہ ذہانت سے کرو۔
☆ غربت اور امارت سے انسان کی استعداد میں کمی آجاتی ہے۔

شرارت

نافعہ

یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب میں قریب گیارہ سال کا تھا اور اپنی نانی اماں کے ساتھ گرمیوں کی چھٹیاں منانے لال پور گیا ہوا تھا۔

ایک دن میں اپنے شرارتی دوستوں کے ساتھ جنہوں نے مجھے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا، اپنے کھیت گیا۔

کھیت کے پاس ایک کنواں تھا، ہم لوگ گرمی سے بچنے کے لئے وہیں بیٹھا کرتے تھے۔

روزانہ کی طرح اس دن بھی ہم لوگ کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاق سے ایک انجان آدمی کا اُدھر سے گزر ہوا، ہم لوگوں کو ایک شرارت سوجھی۔ میں چلا چلا کر رونے لگا۔

وہ آدمی مجھے روتا دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ پھر میرے رونے کی وجہ پوچھی۔

میں نے منہ بسور کر روتے ہوئے کہا: ''ایں ایں، میری قیمتی ٹوپی اس کنویں میں گر گئی ہے۔ ایں ایں ایں...... اگر ٹوپی مجھے نہیں ملی تو میری نانی اماں جان سے مار ڈالیں گی، ایں ایں ایں۔''

پہلے اس نیک آدمی نے بڑے غور سے میرا معصوم چہرہ دیکھا، کچھ سوچا، پھر اپنے کپڑے اتارے اور کنویں میں سیڑھی سے نیچے اتر کر میری ٹوپی تلاش کرنے لگا۔ ادھر ہم لوگوں نے اس کے کپڑے اٹھائے اور بھاگ کر ایک قریب کی جگہ چھپا دیئے۔

جب تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آدمی کنویں سے اپنا آدھا دھڑ نکالے بڑی حیرت سے ہم لوگوں کو تک رہا ہے۔ پھر وہ کنویں سے باہر آیا اور بولا: ''بیٹا ہمارے کپڑے کہاں ہیں؟ اور وہاں تمہاری ٹوپی مجھے نہیں ملی۔ اچھا ایسا کرو تم مجھ سے اس کی قیمت لے لو اور بازار سے خرید لو تاکہ تم مار کھانے سے بچ جاؤ۔''

یہ سننا تھا کہ میرا ضمیر مجھ پر ملامت کرنے لگا۔ میں جلدی سے دوڑ کر اس کے کپڑے لایا اور اس کو دیتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں بولا: ''میں آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ کی اس ہمدردی، محبت اور انسانیت نے مجھے گمراہی سے بچالیا۔

قلم چور

انیس صدیقی

صبح ہوچکی تھی۔ میرے علاوہ میرے سبھی بھائی بہن اسکول جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ رضوان خاص طور سے تیاری میں لگا تھا۔ اچانک اس کو اپنے قلم کو خیال اس وقت آیا جب دو دروازے کے پاس پہنچا۔ اس نے اپنے بستے میں قلم تلاش کیا لیکن قلم نہیں ملا۔ وہ گھبرا گیا، اب کیا ہوگا؟ اگر میں اسکول بغیر قلم کے جاتا ہوں تو وہاں لکھوں گا کس سے؟ ممکن ہے ماسٹر صاحب مرغا بھی بنادیں؟ لیکن اگر نہیں جاتا ہوں تو امی سے کیا بہانا بناؤں؟ اگر سچ بات بتادوں گا تو وہ میری حجامت بنانا شروع کردیں گی۔

جب کوئی بھی ترکیب اس کے سمجھ میں نہیں آئی تو وہ مجبوراً امّی کے پاس آیا اور ڈرتے ڈرتے سارا واقعہ بیان کیا۔

''کیا؟'' ابھی تو قلم منگا کر دیا تھا، کہاں کھودیا؟ کیسے غائب ہوگیا؟ جب دیکھو، قلم غائب، ابھی کچھ دن پہلے اتنا اچھا قلم نہ جانے کہاں کنواں۔ آب آج پھر قلم غائب؟

امی رضوان پر برس پڑیں اور اسکول جانے کا حکم دیا۔

اس نے لاکھ صفائی پیش کی اور مجبوری ظاہر کرتے ہوئے گزارش کی کہ امی اسکول اُس کو نہ بھیجیں لیکن امی نہ مانیں۔ آخرکار اس کو اسکول جانا ہی پڑا۔

اب دوسرے دن فردوس کا قلم غائب ہوگیا، تیسرے دن تو حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے قلم کے ساتھ نرگس آپا کا بھی قلم غائب ہوگیا۔

نرگس آپا ہم سب پر برس پڑیں اور دھمکی دی کہ اگر شام تک ان کے کمرے میں قلم نہ پہنچا تو وہ سب کی بڑی بری طرح خبر لیں گی۔

نرگس آپا کی دھونس نے ہم سب بھائی بہنوں میں کھلبلی مچادی۔

''اگر قلم نہ ملا تو نرگس آپا ناک میں دم کرنا تو چھوٹی سی بات ہے، جینا دشوار کردیں گی۔ یہ

سوچتے ہوئے فردوس، شاہینہ، رضوان اور نکہت و ناہید۔ سب نے چور پکڑنے کی ترکیبیں سوچنا شروع کردیں۔ فردوس نے کہا: ''گھر میں ہر وقت ابا جان کے دوست آیا کرتے ہیں، آخر کس پر شک کیا جائے؟ تم شاہینہ بتاؤ؟ تمہارا کیا خیال ہے، رضوان؟

اسی طرح کی تمام باتیں سوچتے سوچتے، پورا دن گزر گیا لیکن چور کا پتہ نہ چل سکا، لیکن کوشش جاری رہی۔

تیسرے دن صبح اُٹھتے ہی میں نے فردوس، شاہینہ اور رضوان وغیرہ سے پوچھا کہ کس کس کے قلم غائب ہوئے ہیں؟

سب ہی نے بڑے تعجب سے بتایا کہ آج کسی کا بھی قلم غائب نہیں ہوا۔

اس طرح بات آئی گئی ہوگئی۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ رضوان نے کہا۔

رئیس بھائی آیئے فیلڈ میں فٹ بال کھیلیں۔

فٹ بال کھیلنے کا کچھ میرا بھی موڈ تھا۔ اس لئے میں باغ کے میدان میں گیند کھیلنے کے لئے چل دیا اور فٹ بال کھیلنے لگا۔

''یہ مارا......'' ایک بار گیند پر میری لات ایسی پڑی کی وہ اُچکتی ہوئی باغ کی جھاڑیوں کی طرف چلی گئی۔

میں گیند تلاش کرنے کے لئے جھاڑی کی طرف بڑھا اور جیسے ہی کانٹے وغیرہ ہٹاتے ہوئے گھسا کہ سامنے زمین پر کھیلتے ہوئے ناہید نظر آئی۔

میں گیند تلاش کرنا تو بھول گیا اور ناہید کے پاس پہنچا۔

''ایں؟؟...... یہ قلم؟...... چوٹ ٹن...... چوٹن پکڑ گئی...... چوٹن پکڑی گئی!!''

میں مارے غصے کے لال پیلا ہونے لگا۔

ناہید نے رونا شروع کردیا اور روتے ہوئے جواب دیا:

''ایں، ایں، ایں، ایک دن نرگس آپا امی جان سے کہہ رہی تھیں کہ اب باغ میں...... ''قلم'' ......لگا دینا چاہئیں۔

اس لئے میں نے سوچا کہ جو ہم نے جھاڑی میں کیاری بنائی ہے اس میں کیوں نہ ہم بھی تین چار قلم لگادیں۔

سیب

عبد اللہ

مثل ہے کہ سیب کھانے سے انسان تندرست رہتا ہے اور اُسے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بات سوفیصد درست ہے، پھلوں میں سب سے مفید پھل سیب ہی ہے اور اسے پھلوں کا بادشاہ تو کہیں تو بے جانہ ہوگا۔

بعض پھل بعض لوگوں کے لئے فائدہ مند ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کے لئے نقصاندہ، مثلاً ترش پھل (مالٹے، کنو، موسمی) بہت مفید پھل ہے، لیکن جن لوگوں کے معدے میں تزابیت زیادہ ہے اُن کے لئے یہ مضر ہیں۔ یہی حال آم کا ہے، آم گرم مزاج لوگوں کے لئے نقصاندہ ہے اور شوگر کے مریضوں کے لئے تو زہر سے کم نہیں لیکن سیب ایک ایسا پھل ہے جسے ہر شخص بلا تکلف استعمال کرسکتا ہے۔

ایک اوسط درجے کے سیب میں 100 کلوریز (غذائی حرارے) ہوتے ہیں۔اس میں پانی کے علاوہ تھوڑی سی مٹھاس، پروٹین، لوہا، فاسفورس اور مختلف وٹامن (خاص کر وٹامن سی) کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ سب چیزیں صحت کے لئے بہت مفید ہیں۔

تازہ سیب کا استعمال انسان کو بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے، یہ جسم کو تر و تازہ رکھتا ہے، چہرے کا رنگ نکھارتا ہے، خون کو صاف کرتا ہے اور دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔اس کا مربا، خمیرہ، حلوا اور شربت بھی صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

اگر آپ کا جسم کمزور ہے، چہرہ مرجھایا ہوا ہے، گال پچکے ہوئے ہیں، بھوک کم لگتی ہے، پڑھنے لکھنے میں دل نہیں لگتا، حافظہ بھی اچھا نہیں تو روزانہ صبح کو نہار منہ ایک سیب (چھلکوں سمیت) کھایئے اور اوپر سے ایک گلاس دودھ پی لیجئے۔ چند ہی دنوں میں آپ کی صحت قابل رشک ہو جائے گی۔ان شاء اللہ العزیز۔

اچھی باجی

شبنم گل، لاہور

''امی، امی بچائیں مجھے۔'' ثنا چیختی ہوئی آئی اور جلدی سے امی کے پیچھے چھپ گئی۔ ثناء کی امی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سعدیہ دروازے میں کھڑی غصے سے گھور رہی تھی۔

''امی آج تو نہیں چھوڑوں گی میں اسے۔''

''امی میں بیٹھک میں بیٹھی اپنی سہیلی آمنہ سے باتیں کر رہی تھیں کہ محترمہ اندر چلی آئیں، آپ ذرا اس کا حلیہ تو دیکھیں اور جب میں نے اسے وہاں سے جانے کو کہا تو ایسے ڈر کر بھاگی، جیسے اس کے پیچھے بھوت ہو، آمنہ کا جوس بھی گرا دیا اور اس بے چاری کا اتنا اچھا لباس خراب ہو گیا۔'' ''میں بھاگی تو نہیں تھی، وہ تو آپ نے اتنی زور سے چٹکی لی کہ میں بے اختیار اچھل پڑی اور آمنہ باجی کے کپڑے خراب ہو گئے۔'' ثناء نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''یہ بہت بری بات ہے، تم دونوں ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی ہو، چلو مان لیا ثناء نے غلطی کی ہے مگر تمہارا رویہ بھی کچھ اچھا نہیں ہے۔ دیکھو بیٹا ثنا تمہاری چھوٹی بہن ہے۔ تم اسے پیار سے بھی سمجھا سکتی ہو۔'' امی جان ابھی اور بھی بہت کچھ کہتیں مگر سعدیہ زور سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ سعدیہ کی امی نے افسوس سے اپنے بڑی بیٹی کو دیکھا اور پھر پیار سے ثناء کو سمجھانے لگیں۔

ثنا سعدیہ سے تقریباً چھ سال چھوٹی تھی، جماعت چہارم میں پڑھتی تھی، ویسے تو وہ سمجھ دار بچی تھی مگر سعدیہ کے غصے سے بہت گھبرا جاتی اور اکثر بوکھلاہٹ میں کام مزید خراب ہو جاتا لیکن سعدیہ یہ بات ماننے کو ہرگز تیار نہیں تھی کہ وہ ڈر کر یا بوکھلا کر ایسے کام کرتی ہے بلکہ اس کا خیال تھا کہ وہ محض اسے تنگ کرنے کی خاطر ایسے کام کرتی ہے، اسی لئے ثنا کی ذرا سی غلطی پر ایسے ہی سیخ پا ہو جاتی۔ سعدیہ اپنے ابو کی لاڈلی بیٹی تھی، اسی لئے کافی ضدی اور خودسر ہو گئی تھی۔ اپنی امی کے سمجھانے کا اسے بالکل اثر نہیں ہوتا تھا حالانکہ وہ میٹرک کی طالبہ تھی پڑھی لکھی سمجھ دار لیکن ضدی بہت تھی، جس بات پر ایک مرتبہ اکڑ جاتی پھر ہار کبھی نہیں مانتی تھی۔ ایک دن سعدیہ اپنی دوست آمنہ کے گھر گئی، آمنہ کی بڑی باجی لبنیٰ بھی وہاں موجود تھیں۔ سعدیہ کو ان سے باتیں کرنا بہت اچھا لگتا، وہ اتنی نرمی، پیار اور محبت سے باتیں

کرتیں کہ سعدیہ کا دل چاہتا کہ بس وہ ان سے باتیں کرتی رہے۔ اس وقت بھی وہ مسکرا مسکرا کے سعدیہ سے باتیں کر رہی تھیں۔ جب آمنہ کی بہن عظمیٰ اندر آ گئی اور آرام سے لبنیٰ باجی کی گود میں لیٹ گئی تو سعدیہ کو بہت کوفت ہوئی کیونکہ عظمیٰ کا حلیہ بہت عجیب سا ہو رہا تھا۔ گندے سے کپڑے اور الجھے ہوئے بال، لبنیٰ باجی بہت پیار سے عظمیٰ کو منانے لگیں کہ وہ چل کر کپڑے بدل لے اور کنگھی کر لے۔''

دراصل عظمیٰ کو کل سے بخار ہے جب ہی اتنی چڑ چڑی ہو رہی ہے، ورنہ تو یہ فوراً کہنا مان لیتی ہے۔'' آمنہ نے عظمیٰ کے مسلسل انکار کرنے پر ذرا مسکرا کر سعدیہ سے کہا۔ آمنہ کی بات پر سعدیہ دل ہی دل میں ہنسی، ''بے چاری کھسیا رہی ہے۔''

اتنے میں لبنیٰ باجی عظمیٰ کو پیار سے منا کر باہر لے گئیں۔ ''ہماری باجی بہت اچھی ہیں۔'' سعدیہ وہ ہم سب سے بہت محبت کرتی ہیں، میری تو سب سے اچھی دوست بھی ہیں۔

''کیا مطلب؟ تمہاری باجی تمہاری دوست ہیں۔'' سعدیہ پہلے تو لبنیٰ باجی کی اتنی تعریف پر تھوڑا سا حسد کرنے لگی۔ پھر اسے آمنہ کی دوسری بات پر بہت حیرت ہوئی ''ہاں بھئی میرے خیال سے تو بڑی بہنیں خدا کی نعمت ہوتی ہیں۔ میں تو کسی پر بھی اتنا اعتماد نہیں کرتی جتنا اپنی باجی پر، میں تو اپنی ہر مشکل ان کو بتاتی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہوتا ہے کہ میری باجی میری مدد ضرور کریں گی اور پھر پڑھائی میں بھی میری اتنی مدد کرتی ہیں جب ہی تو میں اتنی لائق ہوں۔'' آمنہ نے آخری بات ذرا اترا کر کہی اور آمنہ کے لہجے کا فخر سعدیہ کو تھوڑا سا بے چین کر گیا۔ وہ دل ہی دل میں شرمندہ سی ہو گئی۔ اسے خیال آیا جس طرح عظمیٰ نخرے کر رہی تھی اگر لبنیٰ باجی کی جگہ وہ ہوتی تو یقیناً اس نے ایک زوردار تھپڑ اسے لگا دینا تھا۔ گھر آ کر بھی وہ کچھ پریشان سی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی تو ثناء چھوٹی ہے مگر جب وہ بڑی ہو جائے گی تو کیا وہ بھی اتنے فخر سے اسے ''اچھی باجی'' کہہ سکے گی۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ثناء اس کے پاس چلی آئی، ''وہ، آپی، آپی مجھے اس کا مطلب بتا دیں ناں۔'' ثناء نے ڈرتے ہوئے اس سے کہا عموماً ایسے موقعوں پر سعدیہ اسے جھڑک دیتی تھی کہ اسکول میں مس سے پوچھ لینا تھا مگر آج اس نے بڑے پیار سے ثناء کو پاس بٹھا کر انگریزی کا سبق اچھی طرح یاد کرا دیا۔

''شکریہ آپی آپ میری بہت اچھی باجی ہیں۔'' سبق یاد ہونے پر ثناء نے پیار سے سعدیہ کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا اور پہلی بار سعدیہ کو عجیب سا اطمینان ہوا وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگی، اسے جلدی ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور اس بات پر اطمینان بھی ہوا کہ وہ بھی ایک اچھی باجی بن سکتی ہے۔

خاموشی کے فوائد

محمد علیم نظامی

☆ خاموش رہنا غصے کا بہترین علاج ہے۔

☆ خاموشی عین عبادت ہے۔

☆ خاموشی اختیار کرنے والا ذہن وجسمانی طور پر زیادہ پرسکون رہتا ہے۔

☆ خاموش رہنے کی عادت بچپن ہی میں اپنا لینی چاہئے۔

☆ خاموش رہنے سے اللہ تعالیٰ اور اُن کے نبی ﷺ خوش ہوتے ہیں۔

☆ خاموش رہنا گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھنا ہے۔

☆ خاموش رہنے والے کی دنیا میں مصیبتیں کم ہو جاتی ہیں۔

☆ اگرچہ خاموشی اختیار کرنا اتنا آسان نہیں تاہم ایک بار یہ عادت بن کر ہماری زندگی میں سرایت کر جاتی ہے۔

☆ خاموشی باعث افتخار اور باعث عبادت ہے۔

☆ خاموش رہنے والے کو ہر چھوٹا بڑا بہت پسند کرتا ہے۔

☆ اگر کوئی انسان خاموشی کو پسند کرتا، ہر وقت بولتا رہتا ہے تو اسے کم گو بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆ زیادہ باتیں کرنا انسان کے لئے نیک شگون نہیں۔

☆ خاموش رہنے والے کا حافظہ یادماغ تیز ہو جاتا ہے اور وہ بہت کم غلطیاں کرتا ہے۔

☆ اگر والدین خاموش طبع ہوں تو اولاد بھی فطرتاً خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔

☆ خاموشی کو پسند کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست رکھتے ہیں۔

☆ خاموش لوگوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ہمیشہ اچھے اور بہترین ہوتے ہیں۔

☆ کم باتیں کرنے والوں کے پیچھے سمجھداری اور دانشمندی چھپی ہوتی ہے۔

☆ خاموش لوگ تو سب کی آنکھ کا تارا ہوتے ہیں۔

☆ خاموشی اختیار کرنا ہر وقت بولتے رہنے سے بہتر ہے۔

☆ ہر وقت بولتے رہنا یا ہر وقت خاموش رہنا دونوں میں اعتدال لانا ضروری ہے۔

☆ خاموشی سے انسان غلطی پر سمجھنا اور باتیں کرنا اور یا ہر وقت بولنا دونوں میں مزاج اعتدال لانا ضروری ہے۔

☆ حضور ﷺ زیادہ تر خاموش رہنا پسند کرتے تھے اور بہت کم بولتے تھے۔

☆ باتونی لوگ پہلے بولتے ہیں اور پھر انہیں شرمندگی کا احساس چپ کرا دیتا ہے۔

سختی اور تشدد نقصاندہ ہے

- سختی زبردستی اور تشدد ایک اچھی بھلی چیز کو عیب دار اور برا بنا دیتا ہے۔
- سختی اور زبردستی ایک ایسا عمل ہے جو عند اللہ ناپسندیدہ ہے۔
- سخت اور متشدد شخص سے لوگ دور بھاگتے ہیں اور اس کی مجالس سے بچتے ہیں۔
- سخت طبیعت شخص ہمیشہ ہر معاملے میں مشقت و تنگی اٹھاتا ہے۔
- سختی، زبردستی اور تشدد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ضیاع کا سبب ہے۔
- سختی، زبردستی اور تشدد باہمی کینہ اور عداوت کا باعث ہے۔
- سختی، زبردستی اور تشدد ایک مہلک ترین اجتماعی مرض ہے۔

سدا مسکراتے رہو

☆ غریب مریض: ڈاکٹر صاحب میں بہت غریب ہوں، میری فیس معاف کردیجئے، آپ کے کام آؤں گا۔
ڈاکٹر: تم کام کیا کرتے ہو؟
مریض؟ حضور میں قبریں کھودتا ہوں۔

☆ مسافر: کیا اس ہوٹل کا باورچی بدل گیا ہے؟
بیرا: جی ہاں، لیکن آپ کو کس نے بتایا؟
مسافر: کسی نے نہیں، آج سالن سے سفید بال نکلے ہیں، پہلے سیاہ نکلا کرتے تھے۔

☆ لکڑ ہارا اپنے کم عمر لڑکے کے ساتھ جنگل میں گیا، لکڑیاں کاٹتے ہوئے شام ہوگئی۔ تھکن سے برا حال تھا۔ واپسی پر راستہ بھول گیا۔ بہت تلاش کے بعد جب راستہ نہ ملا تو غصے سے اپنے بیٹے کو پیٹنا شروع کردیا اور بولا: ''نامعقول! میں تو راستہ بھول گیا ہوں تو تو گھر جا، تیری ماں تیرا انتظار کررہی ہوگی۔''

☆ دادی (پوتے سے): بتاؤ تمھیں کس نے مارا ہے؟ میں اسے کچا چبا جاؤں گی۔
پوتا: مگر دادی جان! آپ کے تو دانت ہی نہیں ہیں۔

☆ ایک مکھی اپنے بیٹے کے ساتھ کسی گنجے کے سر پر چہل قدمی کررہی تھی۔ ''دنیا میں کتنی تبدیلیاں ہورہی ہیں۔'' اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔
''وہ کیسے ممی؟'' صاحبزادے نے دریافت کیا۔
''میں جب تمہاری عمر کی تھی تو یہاں صرف فٹ پاتھ ہوا کرتا تھا۔'' مکھی نے جواب دیا۔

☆ ایک دوست (دوسرے دوست سے): کاش میں وقت ہوتا، لوگ میری قدر کرتے۔ ہر شخص میرا غلام ہوتا۔ لوگ میرے پیچھے بھاگتے لیکن میں کسی کے ہاتھ نہ آتا۔

دسرا دوست: اگر تم وقت ہوتے تو لوگ اپنے گھروں کی کھڑکیاں دروازے بند کر لیتے۔

پہلا دوست: وہ کیوں؟

دوسرا دوست: لوگ کہتے: ''بھائی ہٹ جاؤ، کتنا برا وقت آ رہا ہے۔''

☆ ایک ڈاکٹر (جو اسمبلی کا امیدوار تھا) اپنے حلقے کی غریب آبادی میں تقریر کرتے ہوئے ان سے خوب وعدے کرر ہا تھا۔ سامعین میں سے ایک بے باک آدمی بولا: ''ڈاکٹر صاحب سنا ہے آپ بہت مغرور ہیں۔''

ڈاکٹر بولا: کون کہتا ہے کہ میں مغرور ہوں؟ اگر میں مغرور ہوتا تو آپ جیسے ٹکے ٹکے کے لوگوں سے ووٹ مانگتا؟

☆ دو سکھ بینک لوٹنے گئے اور بغیر بندوق کے بینک لوٹ لیا۔ وہ کیسے؟

کیونکہ منیجر بھی سکھ تھا کہنے لگا بندوق کل دکھا جانا ہم کو زبان کا اعتبار ہے۔

☆ ایک پاگل دوسرے سے: دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟

دوسرا پاگل: مجھے سائنس نہیں آتی ہے۔

پہلا پاگل: ارے میں نے تو اسلامیات کا سوال کیا ہے۔

☆ بیوی: میں ڈرائیور کو نوکری سے نکال رہی ہوں کیونکہ میں آج دوسری بار مرتے مرتے بچی ہوں۔

شوہر: بیگم اسے ایک موقع اور دو۔

☆ سردار مجھے رات کو خواب میں کتے فٹ بال کھیلتے نظر آتے ہیں؟

ڈاکٹر: یہ دوائی آج سے کھالینا۔

سردار: کل سے کھالوں؟

ڈاکٹر: وہ کیوں؟

سردار: آج فائنل ہے۔

☆ ایک پاگل خانے میں بہت سارے پاگل ناچ رہے تھے۔ ایک پاگل خاموش بیٹھا تھا۔

ڈاکٹر: تم کیوں خاموش بیٹھے ہو؟

پاگل: میں دولہا ہوں۔

صدقہ

بیماری اور پریشانی سے نجات کا ذریعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مال کو زکوۃ کے ذریعے پاکیزہ کرو اور اپنے مریضوں کو صدقہ کے ساتھ شفاء بخشو اور مصیبت اور آزمائش کو دعا کے ذریعے ٹال دو (کنز العمال ۶/ ۵۶۰)

صدقہ کی تعریف

صدقہ ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جو کسی کے ذمہ واجب نہ ہو بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے احسان کے طور پر دیا جائے۔

آئیے ہم اپنی بیماریوں اور پریشانیوں کا علاج صدقے کے ذریعے کریں

صدقہ جاریہ کے بہترین مصارف

جمعہ کے مسنون اعمال، خلاصہ مضامین قرآن کریم اور دیگر کتب کی نشرواشاعت میں حصہ ملا کر کثیر تعداد میں لوگوں تک دینی علم کا پہچانا

دارالافتاء اور لائبریری کیلئے کتب و دیگر اشیاء کی فراہمی

ایک بچے کے حفظ میں معاون بنیے
ماہانہ صرف =/1500

مدرسہ مفتاح العلوم کے ماہانہ اور تعمیری اخراجات میں حصہ ملا کر
ماہانہ خرچ: 300000
سالانہ خرچ: 3600000

مسجد کے ماہانہ اور تعمیری اخراجات میں حصہ ملا کر
(فوری ضرورت رنگ کی ہے
جس کا خرچہ تقریباً =/350000 ہے)

برائے رابطہ
مدرسہ مفتاح العلوم
جامع مسجد اسلامیہ بطحہ ٹاؤن بلاک این نارتھ ناظم آباد کراچی 0334-3595001 0333-2173256

Monthly FALAH-E-DARAIN Karachi. Regd. # MC-1369

عِدَّت کے مسائل

جمع و ترتیب

مفتی محمد ثناء الرحمٰن



قیمت-/50 روپے